© rasailojaraid.com

امام ابو حنیفہؒ کی علم حدیث میں خدمات

تحریر: ڈاکٹر حاجی ولی محمد' ایسوسی ایٹ پروفیسر' شعبہ اسلامیات'
خواجہ فرید گورنمنٹ کالج رحیم یار خان

امام الائمہ' سراج الامہ سید الفقہاء سند الا تقیاء' محدثِ کبیر حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ میں اللہ عزوجل نے علم و عمل کی تمام خوبیاں جمع کر دی تھیں' وہ میدانِ عمل میں تحقیق و تدقیق کے شاہسوار' اخلاق و عادات میں لائقِ تقلید اور عبادت و ریاضت میں یگانہ روز گار تھے' مسائل فقہیہ میں ان کی سطوت اور اجتہاد میں ان کا سکہ تو ہر ایک نے مانا ہے۔ البتہ بعض اہل ہوا یہ 'کوتاہ بین اور متعصب حضرات فن حدیث میں امام اعظمؒ کی بصیرت پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور کچھ بے لگام لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ علم حدیث کے فن روایت اور درایت میں امام اعظمؒ کا رتبہ اور مقام ٹھوس دلائل اور مستحکم شواہد کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ ناواقف لوگ متعصبین کے جھوٹے پروپیگنڈہ سے محفوظ رہ سکیں۔

حق تو یہ ہے کہ امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ اسلامی علوم و فنون کے تمام شعبوں میں امام اور مجتہد تھے جس طرح وہ آسمانِ فقہ کے درخشندہ آفتاب تھے اسی طرح عقائد و کلام کے افق پر بھی انہیں کا سورج طلوع ہوتا تھا۔ اور روایت و درایت کے میدان میں سابقیت کا علم بھی انہی کا نصب کردہ ہے' فقہ میں یہ آب و رنگ انہی کے دم سے ہے اور فنِ حدیث میں یہ بہار انہی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالک فقہ میں ان کے پروردہ ہیں اور صحاح ستہ کے شیوخ ان کے فیض یافتہ نہ ہوتے تو نہ فقہاء کو یہ عروج ہوتا اور نہ بخاری و مسلم کو یہ جوبن نصیب ہوتا۔

فن حدیث میں امام اعظمؒ کی بصیرت پر اجمالی نظر

امام اعظمؒ نے اگرچہ بنیادی طور پر علم فقہ کی خدمت کی ہے اور اپنی عمر کا تمام حصہ اسی میں صرف کیا ہے تاہم علمِ حدیث میں بھی ان کا نہایت اونچا مقام ہے۔ انہوں نے افاضل صحابہ اور اکابر تابعین سے احادیث کا سماع کیا۔ پھر ان روایات کو کامل حزم و احتیاط کے ساتھ اپنے تلامذہ تک پہنچایا۔ امام اعظمؒ چونکہ علم حدیث میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے۔ اس لئے محض نقلِ روایت پر ہی اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ قرآن کریم کی نصوصِ صریحہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں روایات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جانچ پڑتال کرتے تھے۔ راویوں کے احوال اور ان کی صفات پر بھی زبردست تنقیدی نظر رکھتے تھے۔ اور کسی حدیث پر اعتماد کرنے سے پہلے اس کی سند اور متن کو پوری طرح پرکھ لیتے تھے۔

جو لوگ سوچے سمجھے بغیر یہ کہہ دیتے ہیں کہ امامِ اعظمؒ کو علم حدیث میں دسترس نہیں تھی، وہ اس امر پر غور نہیں کرتے کہ امام اعظمؒ نے عبادات و معاملات، معاشیات و عمرانیات اور قضایا و عقوبات کے ان گنت احکام بیان کئے ہیں، حیات انسانی کا کوئی گوشہ امام اعظمؒ کے بیان کردہ احکام سے خالی نہیں ہے، لیکن آج تک کوئی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ امام اعظمؒ کا بیان کردہ فلاں حکم حدیث کے خلاف تھا۔ امام اعظمؒ کی مہارتِ حدیث پر اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہو سکتی ہے کہ ان کا بیان کردہ ہر مسئلہ حدیث نبوی ﷺ کے موافق اور ہر حکم سنتِ رسول کے مطابق ہے۔ بسا اوقات ایک ہی مسئلہ میں متعدد اور متعارض روایات ہوتی ہیں مثلاً نماز پڑھتے پڑھتے کوئی شخص رکعات کی تعداد بھول جائے تو بعض روایات میں یہ ہے کہ وہ از سرِ نو نماز پڑھے، بعض روایات میں ہے کہ رکعات کو کم سے کم تعداد پر محمول کرے اور بعض میں ہے کہ وہ غور و فکر کر کے راجح جانب پر عمل کرے، اسی طرح سفر میں روزہ کے بارے میں بھی مختلف احادیث ہیں، بعض میں اثناء سفر میں روزہ کو نیکی کے منافی قرار دیا ہے اور بعض میں عین ثواب، ایسی صورت میں امام اعظمؒ منشاء رسالت تلاش کر کے ان روایات میں باہم تطبیق دیتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو سند کی قوت وضعف اور دوسرے اصولِ درایت کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو منشاء وحی اور مزاج رسالت کو پہچانتا ہو۔ روایات کے تمام طرق پر حاوی، درایت کے کل اصولوں پر محیط اور راویوں کے اقوال پر ناقدانہ نظر رکھتا ہو۔

شرف تابعیت: حدیث پاک کے ایک راوی ہونے کی حیثیت سے رجال حدیث میں امام اعظمؒ کا مقام معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ امام اعظمؒ کے معاصرین میں سے امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ نے خدمتِ حدیث میں بڑا نام کمایا ہے لیکن ان میں سے کسی کو بھی تابعیت کا وہ عظیم شرف حاصل نہیں ہے جو امام ابو حنیفہؒ کی خصوصیت ہے۔ تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کو دیکھا ہو اور اس بات پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔ اور ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی کیونکہ امامِ اعظمؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور حضرت انسؓ اس کے بعد بارہ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔ نیز علامہ ابن حجر ہیثمی نے ثابت کیا ہے کہ امام اعظمؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کو بھی دیکھا ہے۔ (۱) اور یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بات بالکل صحیح ہے کیونکہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی کا انتقال امام اعظمؒ کی ولادت کے سات سال بعد ۸۷ھ میں ہوا ہے۔(۲) اور ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ان دو صحابہ کے علاوہ اور بھی کئی صحابہؓ کا انتقال امام اعظمؒ کی ولادت کے بعد ہوا ہے اور امام اعظمؒ کی ان سے ملاقات کئی طرق سے ثابت ہے۔

امام اعظمؒ کی صحابہ سے روایت : حضرت انسؓ کے سنِ وصال میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے وہب بن جریر سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ کا وصال ۹۵ھ میں ہوا ہے۔(۳) اور مشہور ۹۳ھ ہے اور حضرت انسؓ کی زندگی میں امام اعظمؒ بارہا بصرہ گئے تھے۔ اس لئے اس بات کو کوئی نہیں مان سکتا کہ امام اعظمؒ نے پندرہ سال کی عمر تک حضرت انسؓ سے ملاقات کی ہو اور ان سے روایت حدیث کا شرف حاصل نہ کیا ہو۔ محققین علماء کرام اور محدثین عظام نے امام اعظمؒ کی مرویات صحابہ کو پوری اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور دلائل سے انہیں تقویت دی ہے۔

امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمدؒ طبری شافعی نے امام اعظمؒ کی صحابہ کرام سے مرویات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے اور اس میں روایات کو مع اسناد کے ذکر کیا ہے اور ان کی تحسین و تقویت کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ شافعی نے ان روایات کو اپنے رسالہ تبییض الصحیفہ میں نقل کیا ہے۔ ہم اسی رسالہ سے چند احادیث کا انتخاب پیش کررہے ہیں :

۱۔ "عن ابیؒ یوسف عن ابی حنیفه سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول طلب العلم فریضة علی کل مسلم"

(امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے اور انہوں نے حضور ﷺ سے سنا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

۲۔ "عن ابی یوسف عن ابی حنیفه سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ابدال علی الخیر کفاعله"

(امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے اور انہوں نے کہ حضور ﷺ سے سنا کہ خیر کا راہنما اس کے فاعل کے مثل ہے۔)

۳۔ "عن ابی یوسف عن ابی حنیفه سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ ﷺ ان اللہ یحب اغاثة اللهفان"

(امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پریشان حال کی مدد کو پسند کرتا ہے۔)

لم۔ عن یحیٰ بن قاسم عن ابی حنیفۃ سمعت عبداللہ بن ابی اوفی یقول سمعت رسول اللہ ﷺ من بنی للہ مسجداً ولو کمنحص قطاۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ"(۴)

(یحیٰ بن قاسم امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر سنگ خوار کے گڑھے جتنی بھی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کا جنت میں گھر بنائے گا)

امام اعظمؒ کے سماع صحابہ پر بلحاظ روایت بحث و نظر:

صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور ان کی روایت امام اعظمؒ کا ایک جلیل القدر وصف اور عظیم خصوصیت ہے۔ احناف تو خیر کمالاتِ امام کے مداح ہیں ہی، شوافع سے بھی امام اعظمؒ کے اس کمال کا انکار نہ ہو سکا، بلکہ بعض شافعیوں نے بڑی فراخ دلی سے امام اعظمؒ کی روایت صحابہ پر خصوصی رسائل لکھے ہیں تاہم بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے۔ چنانچہ زمانہ قریب کے مشہور مؤرخ جناب شبلی نعمانی صاحب بھی اس انکار میں پیش پیش ہیں، لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے رؤیت سے بڑھ کر روایت کا بھی دعویٰ کیا ہے اور تعجب ہے کہ علامہ یمنی شارح ہدایہ بھی اس غلطی کے حامی ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ دعویٰ ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ حافظ ابو المحاسن نے عقود الجمان میں ان تمام حدیثوں کو مع سند کے نقل کیا ہے جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ امام نے صحابہؓ سے سنی تھیں۔ پھر اصول حدیث سے ان کی جانچ پڑتال کی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ ہرگز ثابت نہیں۔ محدثانہ بحثیں تو وقت طلب ہیں صاف بات یہ ہے کہ امام نے صحابہ کرامؓ سے ایک بھی روایت کی ہوتی تو سب سے پہلے امام کے تلامذۂ خاص اس کو شہرت دیتے لیکن قاضی ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، حافظ عبدالرزاقؒ بن ہمام، عبداللہ بن مبارک، ابو نعیم فضل بن وکیع، مکی ابن ابراہیم، ابو عاصم النبیلؒ وغیرہ سے کہ امام کے مشہور اور با اخلاص شاگرد تھے اور سچ پوچھئے تو زیادہ تر انہی لوگوں نے ان کی نام آوری کے سکے بٹھائے ہیں، ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں"(۵)

مقام صد حیرت ہے کہ شبلی جیسے تاریخ دان پر بھی یہ امر مخفی رہا کہ صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی روایت کو نقل اور ثابت کرنے والے اولین حضرات ان کے ارشد تلامذہ ہی تھے۔ ہم نے جو چار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منتخب روایتیں پیش کی ہیں ان میں سے تین قاضی ابو یوسفؒ سے مروی ہیں اور وہ امام اعظمؒ کے مشہور اور قابل صد فخر شاگرد ہیں اور شبلی صاحب کی دی ہوئی تلامذہ کی فہرست میں بھی موجود ہیں اس کے باوجود ان کا یہ قول نا قابل فہم ہے کہ "تلامذہ سے ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں ہے۔"

نیز متعدد محققین علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ اوائل میں صحابہؓ سے روایت امام کو ثابت کرنے والوں میں ان کے تلامذہ ہی تھے۔ چنانچہ ملا علی قاری امام کردری کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"قال الکردری جماعت من المحدثین انکروا ملاقات مع الصحابة واصحابه أثبتوه بالاسانید الصحاح الحسان وہم اعرف بحواله منهم والمثبت العدل اولی من النافی"(٦)

(امام کردری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات کا انکار کیا ہے اور ان کے شاگردوں نے اس بات کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور قاعدہ ہے کہ ثابت کرنے والی روایت نفی کنندہ روایت سے اولیٰ و مقدم ہوتی ہے)

اور مشہور محدث شیخ محمد طاہر ہندی کرمانی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"واصحابه یقولون انه لقی جماعت من الصحابة وروی عنهم"(٧)

(امام اعظمؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ امام نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے اور ان سے سماع حدیث بھی کیا ہے)

اور حافظ بدرالدین عینی عبداللہ بن ابی اوفی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

"هو احد من راه ابو حنیفة من الصحابة وروی عنه ولا یلتفت الی قول المنکر المتعصب وکان عمر ابی حنیفة حینئذ سبع سنین وهو سن التمییز هذا علی الصحیح ان مولد ابی حنیفة سنة ثمانین وعلی قول من قال سنة سبعین یکون عمره حینئذ سبعة عشرة سنة ویستبعد جدا ان یکون صحابی مقیما ببلدة وفی اهلها من لا راه واصحابه اخبر بحاله وهم ثقات فی انفسهم"(٨)

(عبداللہ بن ابی اوفی ان صحابہ سے ہیں جن کی امام ابو حنیفہ نے زیارت کی اور ان سے روایت کی ہے (قطع نظر کرتے ہوئے منکر متعصب کے قول سے) امام اعظمؒ کی عمر اس وقت سات سال کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی۔ کیونکہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور بعض اقوال کی بنا پر اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ بہر حال سات سال عمر بھی فہم وشعور کا سن ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی کسی شہر میں رہتے ہوں اور شہر کے رہنے والوں میں ایسا شخص ہو جس نے اس صحابی کو نہ دیکھا ہو (اس بحث میں امام اعظمؒ کے تلامذہ کی بات ہی معتبر ہے) کیونکہ وہ ان کے احوال سے زیادہ واقف ہیں اور ثقہ بھی ہیں۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امام اعظمؒ کی صحابہ سے روایت کو نقل کرنے والے اور ابتداء میں اس کو شہرت دینے والے ان کے لائق تلامذہ ہی تھے۔ شبلی صاحب نے کہا ہے کہ ان کے شاگردوں نے اس بات کو نہیں بیان کیا۔ لیکن چونکہ انہوں نے اس پر کوئی دلیل یا حوالہ پیش نہیں کیا اس لئے اس موضوع پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

امام اعظمؒ کی روایت صحابہ پر بلحاظ درایت فکر و نظر : شبلی نعمانی کے انکار کی دوسری بنیاد اس امر پر ہے کہ حافظ ابو المحاسن نے ان روایات کی اسناد پر جرح کی ہے۔ لیکن بے شمار محدثین نے ان اسناد کی تعدیل بھی کی ہے۔ امام ابو معشر طبری اور حافظ سیوطی کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ محدث دار قطنی کے استاذ حافظ ابو محامد حضرمی، حافظ ابو الحسین بیہقی اور حافظ ابو بکر سرخسی یہ سب حفاظ حدیث اور جلیل القدر ائمہ فن ہیں جنھوں نے امام اعظمؒ کی صحابہ سے مرویات پر باقاعدہ رسائل لکھے ہیں اور ان روایات کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ نیز امام سخاوی لکھتے ہیں :

"والثنائیات فی المؤطا للامام مالک والوحدان فی حدیث الامام ابی حنیفة" (۹)

(امام مالک کی احادیث میں ثنائیات ہیں اور امام اعظمؒ ابو حنیفہ کی روایات میں وحدان ہیں)

ثنائیات ان احادیث کو کہتے ہیں جن میں حضور ﷺ اور راوی کے درمیان دو واسطے ہیں اور وحدان ان احادیث کو کہتے ہیں جن میں حضور ﷺ اور راوی کے درمیان ایک واسطہ ہو۔ محدث سخاوی کا مطلب یہ ہے۔ امام اعظمؒ کی ایسی روایات بھی ہیں جن میں ان کے اور حضور ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور یہ واسطہ صحابہ کرام کا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ محدث سخاوی کے نزدیک امام اعظمؒ کی صحابہ سے روایت ثابت ہے۔ اور صاحب بزازیہ ابن بزاز کردری لکھتے ہیں :

"لا ینکر سماع الامام من ابن اوفی" (۱۰)

(حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی سے امام اعظمؒ کے سماع کا انکار نہیں ہو سکتا)

حافظ بدر الدین عینی، امام کردری، ابو معشر شافعی، حافظ سیوطی اور ابو بکر حضرمی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرخسی، سخاوی اور ابن حجر ہیثمی مکی جیسے حفاظ اور ائمہ حدیث اور ماہرین فن کے اثبات کے بعد شبلی صاحب کے انکار کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ نیز اس سلسلے میں بحث کرتے وقت یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ امام اعظمؒ کے بارے میں شوافع نے بھی کتابیں تصنیف کی ہیں مگر ان میں جہاں کچھ حضرات انصاف پسند تھے وہاں بعض متعصب بھی تھے۔ نیز امام اعظمؒ کی صحابہ سے روایات جن سے اسناد ثابت ہیں ان میں بعض راویوں پر اگرچہ جرح کی گئی ہے تاہم ان میں کوئی راوی ایسا نہیں ہے جس کو باطل یا وضاع قرار دیا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ سیوطی اس باب میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"وحاصل ماذکره هووغیره الحکم علی اسانیدذلک بالضف وعدم الصحةلابالبطلان وحینئذفسهل الامرفی ایرادهالان الضعیف یجوز روایة ویطلق علیه انه وازر۔"(۱۱)

(حافظ عسقلانی اور دوسرے ناقدین نے ان اسانید پر ضعف اور عدم صحت کا حکم کیا ہے۔ بطلان کا نہیں اور اب بات آسان ہے اس کا مطلب سمجھنے میں کیونکہ حدیث ضعیف کی روایت جائز ہے اور اس پر روایت کا اطلاق کرنا صحیح ہے)

اور قوت وضعف ایک اضافی وصف ہے جو شخص بعض کے نزدیک ضعیف ہے دوسرے اس کو قوی خیال کرتے ہیں کیونکہ رجال سے بحث کرنے والے حضرات بھی مختلف آراء رکھتے ہیں مشکل سے ہی ایسا ہو گا کہ کسی راوی کی جرح یا تعدیل پر سب کا اتفاق ہو۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ میں چھ سو پچیس (۶۲۵) راوی ایسے ہیں جو امام مسلم کے نزدیک لائق استدلال ہیں اور امام بخاری ان سے روایت نہیں لیتے۔ (مقدمہ "شرح الصحیح المسلم للنووی" ج ۱، ص ۱۳)

جابر جعفی کوفہ کا ایک مشہور راوی تھا جسے دعویٰ تھا کہ اسے پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں (۱۲) اس کے بارے میں سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے زیادہ کسی کو حدیث میں محتاط نہیں دیکھا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ "جابر اخبرنا وحدثنا" کہے تو وہ سب سے زیادہ معتمد ہے۔ وکیع کا قول ہے کہ جابر کی ثقاہت میں شک نہیں۔ اس کے برخلاف ابن معین کہتے ہیں کہ جابر کذاب ہے۔ نسائی نے کہا وہ متروک ہے۔ سفیان بن عینیہ نے کہا کہ جابر کی باتیں سن کر مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں چھت نہ گر جائے۔

الغرض جرح وتعدیل ایک ظنی چیز ہے اور محض بعض لوگوں کی تضعیف کی بناء پر امام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے روایات کو ساقط الاعتبار قرار دینا زیادتی ہے۔ خصوصاً جبکہ ان سندوں کا کوئی راوی عسقلانی اور سیوطی کی تصریح کے مطابق باطل اور وضاع نہیں ہے۔

امام اعظمؒ کی صحابہ سے روایات قرآئن عقلیہ کی روشنی میں: شبلی نعمانی نے امام اعظمؒ کی صحابہ کرام سے روایت کے انکار پر کچھ عقلی وجوہات بھی پیش کی ہیں، لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک اس کی ایک اور وجہ ہے۔ محدثین میں باہم اختلاف ہے کہ حدیث سیکھنے کے لئے کم از کم کتنی عمر مشروط ہے؟ اس امر میں ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درسگاہ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کے نزدیک چونکہ حدیثیں بالمعنی روایت کی گئی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ طالب علم پوری عمر کو پہنچ چکا ہو ورنہ مطالب کو سمجھنے اور اس کے ادا کرنے میں غلطی کا احتمال ہے۔ غالباً یہی قید تھی جس نے امام ابو حنیفہ کو ایسے بڑے شرف سے محروم رکھا"

اولاً: اس سلسلے میں ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اہل کوفہ کا یہ قاعدہ کہ سماع حدیث کے لئے کم از کم بیس سال عمر درکار ہے کونسی یقینی روایت سے ثابت ہے؟ امام صاحب کی مرویات صحابہ کے لئے جب یقینی اور صحیح روایت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اہل کوفہ کے اس قاعدہ کو بغیر کسی یقینی اور صحیح روایت کے کیسے مان لیا گیا۔

ثانیاً: یہ قاعدہ خود خلاف حدیث ہے کیونکہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے "متی یصح سماع الصغیر" کا باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ محمود بن ربیعؓ نے حضورﷺ سے پانچ سال کی عمر میں سنی ہوئی حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ حسنین کریمینؓ کی عمر حضورﷺ کے وصال کے وقت چھ اور سات سال تھی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر حضورﷺ کے وصال کے وقت تیرہ سال تھی اور یہ حضرات آپ کے وصال سے کئی سال پہلے کی سنی ہوئی احادیث کی روایت کرتے تھے۔ پس روایت حدیث کے لئے بیس سال کی عمر کی قید لگانا طریقہ صحابہ کے مخالف ہے اور کوفہ کے ارباب علم وفضل اور دیانت دار حضرات کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اتنی جلدی صحابہ کی روش کو چھوڑ دیا ہوگا۔

ثالثاً: بر تقدیر تسلیم گذارش یہ ہے کہ اہل کوفہ نے یہ قاعدہ کب وضع کیا۔ اس بات کی کہیں وضاحت نہیں ملتی، اغلب اور قرین قیاس یہی ہے کہ جب علم حدیث کی تحصیل کا چرچا عام ہو گیا اور کثرت سے درس گاہیں قائم ہو گئیں اور وضع کا دروازہ کھلا اور آثار واخبار کی اشاعت ہونے لگی۔ اس وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل کوفہ نے اس قید کی ضرورت کو محسوس کیا ہوگا تاکہ ہر کہ ومہ حدیث کی روایت کرنا شروع نہ کردے۔ یہ کسی طرح بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ عہد صحابہ میں ہی کوفہ کے اندر باقاعدہ درسگاہیں بن گئیں اور ان میں داخلہ کے لئے قوانین اور عمر کا تعین بھی ہو گیا تھا۔

رابعاً: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ۸۰ھ ہی میں کوفہ کے اندر باقاعدہ درسگاہیں قائم ہو گئی تھیں اور ان کے ضوابط اور قوانین بھی وضع کئے جاچکے تھے تو ان درسگاہوں کے اساتذہ سے سماع حدیث کے لئے تو بیس برس کی قید فرض کی جاسکتی ہے مگر یہ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی وغیرہ ان درسگاہوں میں اساتذہ تو مقرر تھے نہیں کہ ان سے سماع حدیث بھی بیس سال کی عمر میں کیا جاتا۔

خامساً: بیس برس کی قید اگر ہوتی بھی تو کوفہ کی درسگاہوں کے لئے "لیکن اگر کوفہ کا کوئی رہنے والا بصرہ جاکر صحابہ سے سماع حدیث کرے تو یہ قید اس پر کیسے اثر انداز ہو گی؟ حضرت انسؓ بصرہ میں رہتے تھے اور امام اعظمؒ ان کی زندگی میں بارہا بصرہ گئے اور ان کی آپس میں ملاقات بھی ثابت ہے تو کیوں نہ امام صاحب نے ان سے روایت حدیث کی ہو گی؟

سادساً: اگر بیس سال کی عمر کی قید کو بالعموم بھی فرض کر لیا جائے تو بھی یہ کسی طور قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ جن کا وجود مسعود نوادرِ روزگار مغتنماتِ عصر میں سے تھا۔ ان سے ازراہ تبرک وتشرف احادیث کے سماع کے لئے بھی کوئی شخص اس انتظار میں بیٹھا رہے گا کہ میری عمر بیس سال کو پہنچ لے تو میں ان سے جاکر ملاقات اور استماع حدیث کروں۔ حضرت انسؓ کے وصال کے وقت امام اعظمؒ کی عمر پندرہ برس تھی (۱۳)

اور امام کردری فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی زندگی میں امام اعظمؒ بیس سے زائد مرتبہ بصرہ تشریف لے گئے (۱۴) پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام اعظمؒ پندرہ برس تک کی عمر میں بصرہ جاتے رہے ہوں۔ اور حضرت انس سے مل کر اور ان سے سماع حدیث کر کے نہ آئے ہوں۔ راوی اور مروی عنہ میں معاصرت بھی ثابت ہو جائے تو امام مسلم کے نزدیک روایت مقبول ہوتی ہے یہاں معاصرت کی بجائے ملاقات کے بیس سے زیادہ قرائن موجود ہیں۔ پھر بھی قبول کرنے میں تامل کیا جارہا ہے۔

الحمدللہ العزیز! کہ ہم نے اصولِ روایت ودرایت اور قرائن عقلیہ کی روشنی میں اس امر کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا ہے کہ امام اعظمؒ کو صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کا شرف حاصل تھا اور اس سلسلے میں جتنے اعتراضات کئے جاتے ہیں ان پر سیر حاصل گفتگو کر لی ہے۔ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باوجود بھی ہم نے جو کچھ لکھاوہ ہماری تحقیق ہے ہم اسے منوانے کے لئے ہر گز اصرار نہیں کرتے۔

تنبیہ : صحابہ کرامؓ سے تبرکاً چند احادیث کی روایت کے علاوہ امام اعظمؒ نے اپنے زمانے کے مشاہیر اساتذہ اور افاضل شیوخ سے احادیث کا سماع کیااور ان سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام اعظمؒ کے شیوخ میں عطاء بن ابی رباح ٗعلقمہ بن مرشد ٗ حماد بن ابی سلیمان ٗحکم بن عتیبہ سعید بن مسروق ٗعدی بن ثابت انصاری ٗابو سفیان بصری ٗیحیٰ بن سعید انصاری ٗہشام بن عروہ اور دیگر مشاہیر محدثین کا ذکر کیا ہے۔

ایک غلط فہمی کاازالہ :بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے بھی سماع حدیث کیا ہے اور ان کی شاگردی اختیار کی ہے ٗ تعجب ہے کہ شبلی نعمانی بھی اس غلطی کا شکار ہو گئے ٗ چنانچہ لکھتے ہیں :

"امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالکؒ ان سے عمر میں تیرہ سال کم تھے ان کے حلقہ درس میں بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیثیں سنیں"

پھر حافظ ذہبی سے نقل کر کے لکھتے ہیں :

"امام مالکؒ کے سامنے ابو حنیفہؒ اس طرح مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے جس طرح شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ امام مالک خود امام اعظمؒ کے شاگرد تھے اور ان کی تصانیف سے علمی استفادہ کرتے تھے۔

خطیب بغدادی اور دارقطنی نے صرف دو روایتیں ایسی پیش کی ہیں جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ امام اعظمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہیں لیکن خاتم الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایتیں صحیح سند سے مروی نہیں ہیں اور امام اعظمؒ کی امام مالکؒ سے روایت قطعاً ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

"لم تثبت روایۃابی حنیفۃعن مالک وانمااوردھاالدارقطنی ثم الخطیب روایتین وقعتالھماباسنادین فیھمامقال"

(امام ابو حنیفہ کی امام مالک سے روایت ثابت نہیں ہے۔ دارقطنی اور خطیب نے اس بات کا دعوی دو روایتوں کی وجہ سے کیا ہے جن کی اسناد میں خلل ہے)

اور اس خلل کا بیان حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کیا ہے کہ ان سندوں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمران بن عبد الرحیم نامی ایک شخص ہے اور یہ وضاع تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

"ھوالذی وضع حدیث ابی حنیفۃ عن مالک"(۱۶)

(یہی وہ شخص ہے جس نے امام ابو حنیفہؒ کی امام مالک سے روایت وضع کی ہے)

دراصل حماد بن ابی حنیفہ جو امام اعظمؒ کے صاحبزادے تھے انہوں نے امام مالکؒ سے روایت حدیث کی ہے بعض سندوں سے حماد کا لفظ رہ گیا ہوگا جس سے یہ غلط فہمی ہوئی اور اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا ہو گئے۔

مرویات امام اعظمؒ کی تعداد : چونکہ بعض اہل ہوا یہ کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اس لئے ہم ذرا تفصیل سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کے پاس احادیث کا کتنا وافر ذخیرہ تھا۔ حضرت ملا علی قاری امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"ان الامام ذکرفی تصانیفا وسبعین الف حدیث وانتخب الاثارمن اربعین الف حدیث"(۱۷)

(امام ابو حنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الاثار کا انتخاب کیا ہے"

اور صدر الائمہ امام موفق بن احمد تحریر فرماتے ہیں :

"وانتخب ابوحنیفۃ الاثار من اربعین الف حدیث"(۱۸)

(امام ابو حنیفہ کتاب الاثار کا انتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے)

ان حوالوں سے امام اعظمؒ کا جو علم حدیث میں تبحر ظاہر ہو رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

روایت حدیث میں امام اعظمؒ کا مقام : ممکن ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ ستر ہزار احادیث کو بیان کرنا اور کتاب الآثار کا چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کرنا چنداں کمال کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں اور انہوں نے صحیح بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا تھا۔ پس فن حدیث میں امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظمؒ کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ احادیث کی کثرت اور قلت درحقیقت طرق اور اسانید کی قلت اور کثرت سے عبارت ہے۔ ایک ہی متن حدیث اگر سو مختلف طرق اور سندوں سے روایت کیا گیا ہے تو محدثین کی اصطلاح میں اسے سو حدیثیں کہا جائے گا حالانکہ ان تمام حدیثوں کا متن واحد ہوگا۔ منکرین حدیث انکار حدیث کے سلسلے میں یہ دلیل بھی پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں کہ تمام کتب حدیث کی روایات کو اگر جمع کیا جائے تو یہ تعداد کروڑوں کے لگ بھگ ہو گی اور حضور ﷺ کی پوری رسالت کی زندگی کے شب وروز پر ان کو تقسیم کیا جائے تو یہ احادیث حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے بڑھ جائیں گی۔ پس اس صورت میں احادیث کی صحت کیونکر قابل تسلیم ہو گی لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ روایات کی یہ کثرت دراصل اسانید کی کثرت ہے ورنہ نفس احادیث کی تعداد چار ہزار چار سو سے زیادہ نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ امیر یمانی لکھتے ہیں :

"ان جملة الاحادیث المسندة عن النبی ﷺ یعنی الصحیحة بلا تکرار اربعة الاف واربع مائة"(۱۹)

(بلاشبہ وہ تمام مسند احادیث صحیحہ جو بلا تکرار حضور ﷺ سے مروی ہیں ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے)

امام اعظمؒ کی ولادت ۸۰ھ ہے اور امام بخاری ۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے درمیان ایک سو چودہ سال کا طویل وقفہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں۔ اور ایک ایک حدیث کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں اشخاص نے روایت کرنا شروع کر دیا تھا۔ امام اعظمؒ کے زمانہ میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم تھا نہیں۔ اس لئے امام اعظمؒ اور بخاری کے درمیان جو روایات کی تعداد کا فرق ہے وہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے۔ نفس روایات کا نہیں ہے ورنہ اگر نفس احادیث کا لحاظ کیا جائے تو امام اعظمؒ کی مرویات امام بخاری سے زیادہ ہیں۔

اس زمانہ میں احادیث نبویہ جس قدر اسناد کے ساتھ مل سکتی تھیں امام اعظمؒ نے ان تمام طرق واسانید کے ساتھ ان احادیث کو حاصل کر لیا تھا اور حدیث واثر کسی صحیح سند کے ساتھ موجود نہ تھے مگر امام اعظمؒ کا علم ان میں شامل تھا وہ اپنے زمانہ کے تمام محدثین پر ادراک حدیث میں فائق اور غالب تھے۔ چنانچہ امام اعظمؒ کے معاصر اور مشہور محدث امام مسعر بن کدام فرماتے ہیں :

"طلبت مع ابی حنیفة الحدیث فغلبنا واخزنا فی الزهد فبرعلینا وطلبنا مع الفقه فجاء منه ماترون"(۲۰)

(میں نے امام ابو حنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی لیکن وہ ہم سب پر غالب رہے اور زہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں ہم سب سے بڑھ کر تھے اور ہم نے ان کے ساتھ فقہ حاصل کی، اور فقہ میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو)

نیز محدث بشر بن موسیٰ اپنے استاد و امام ابو عبد الرحمٰن مقری سے روایت کرتے ہیں :

"وکان اذا حدث عن ابی حنیفة قال حدثنا شاهنشاه"(۲۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(امام مقری جب امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے تو کہتے کہ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی)

ان حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ امام اعظمؒ اپنے معاصرین محدثین کے درمیان فن حدیث میں تمام پر فائق اور غالب تھے۔ حضور ﷺ کی کوئی حدیث ان کی نگاہ سے اوجھل نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تلامذہ انہیں حدیث میں حاکم اور شہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔ اصطلاح حدیث میں حاکم اس شخص کو کہتے ہیں جو حضور ﷺ کی تمام مرویات پر متناً و سنداً دسترس رکھتا ہو۔ مراتب محدثین میں یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے اور امام اعظمؒ اس منصب پر یقیناً فائز تھے کیونکہ جو شخص حضور ﷺ کی ایک حدیث سے بھی ناواقف ہو وہ حیاتِ انسانی کے تمام شعبوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایات کے مطابق جامع دستور نہیں بنا سکتا۔

امام اعظمؒ کے مقام حدیث پر ایک شبہ کا ازالہ: گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ سے بلا تکرار احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔ اور امام حسن بن زیاد کے بیان کے مطابق امام اعظمؒ نے جو احادیث بلا تکرار بیان فرمائی ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے۔ (۲۲) پس امام اعظمؒ کے بارے میں حاکمیت اور حدیث میں ہمہ دانی کا دعوی کیسے صحیح ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چار ہزار احادیث کے بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی چار سو حدیثوں کا امام اعظمؒ کو علم بھی نہ ہو کیونکہ حسن بن زیاد کی حکایت میں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

خیال رہے کہ امام اعظم نے فقہی تصنیفات میں ان احادیث کو بیان کیا ہے جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ حضور علیہ السلام نے امت کے لئے عمل کا ایک راستہ متعین فرمایا ہے جنہیں عرف عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حدیث کا مفہوم سنت سے عام ہے کیونکہ احادیث کے مفہوم میں وہ روایات بھی شامل ہیں جن میں حضور علیہ السلام کے حلیہ مبارکہ، آپ علیہ السلام کی قلبی درادات، خصوصیات، گزشتہ امتوں کے قصص اور مستقبل کی پیشن گوئیاں موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی احادیث سنت کے قبیل سے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ احکام و مسائل کے لئے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پس امام اعظمؒ نے جن چار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا ہے وہ از قبیل سنن ہیں اور جن چار سو احادیث کو امام اعظم نے بیان نہیں فرمایا وہ ان روایات پر محمول ہیں جو احکام سے متعلق نہیں ہیں لیکن یہاں بیان کی نفی ہے۔ علم کی نہیں۔

فنِ حدیث میں امام اعظم کا فیضان: امام اعظم علم حدیث میں جس عظیم مہارت کے حامل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جلیل القدر مرتبہ پر فائز تھے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تشنگانِ علم حدیث کا انبوہ کثیر آپ کے حلقہ درس میں سماع حدیث کے لئے حاضر ہوتا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظم سے حدیث کا سماع کرنے والے مشہور حضرات میں حماد بن نعمان' ابراہیم بن طہمان' حمزہ بن حبیب' زفر بن ہذیل' قاضی ابو یوسف' عیسیٰ بن یونس' وکیع' یزید بن زریع' اسد بن عمرو' خارجہ بن مصعب' محمد بن بشر' عبدالرزاق' محمد بن حسن شیبانی' مصعب بن مقدام' ابو عبدالرحمٰن مقری' ابو نعیم' ابو عاصم اور دیگر یگانہ روزگار افراد شامل تھے۔ (۲۳)

حافظ ابن عبدالبر امام وکیع کے ترجمے میں لکھتے ہیں :

"وکان یحفظ حدیث کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیراً"
(وکیع بن جراح کو امام اعظم کی سب حدیثیں یاد تھیں۔ اور انہوں نے امام اعظم سے احادیث کا بہت زیادہ سماع کیا تھا)

امام مکی بن ابراہیم' امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاذ تھے۔ اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہیں۔ امام صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"انہوں نے اپنے اوپر سماع حدیث کے لئے ابو حنیفہ کے درس کو لازم کر لیا تھا" (۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا جو شرف حاصل ہوا ہے وہ دراصل امام اعظم کے تلامذہ کا صدقہ ہے۔ اور یہ صرف ایک مکی بن ابراہیم کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ ان حوالوں سے یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ امام اعظم علم حدیث میں مرجع خلائق ہے۔ ائمہ فن نے آپ سے حدیث کا سماع کیا اور جن شیوخ کے وجود سے صحاح ستہ کی عمارت قائم ہے ان میں سے اکثر حضرات آپ کے علم حدیث میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔

علم حدیث میں امام اعظم کی تصنیف : متقدمین میں تصنیف و تالیف کے لئے آج کل کا مروجہ طریقہ معمول نہیں تھا بلکہ ان کی تصانیف املا کی تصانیف کی صورت میں ہوتی تھیں جن کو ان کے لائق اور قابل فخر تلامذہ شیوخ کی تعلیم اور تدریس کے وقت تحریر میں لے آتے تھے۔ اور پھر وہ تصانیف ان شیوخ کی طرف ہی منسوب کی جاتی تھیں۔ چنانچہ "احکام الاحکام" جو ابن دقیق العید کی تصنیف قرار دی جاتی ہے اصل میں ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ انہوں نے اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو اپنے تلمیذ رشید قاضی اسماعیل سے املاء کرایا ہے۔ اسی طرح امام اعظم درس حدیث کے وقت جو احادیث بیان کرتے ان کے لائق اور قابل صد افتخار تلامذہ قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، زفر بن ہذیل ارو حسن بن زیادہ ان روایات کو حدثنا اور اخبرنا کے صیغوں کے ساتھ قید تحریر میں لے آتے تھے۔

امام اعظم نے اپنی بیان کردہ احادیث کو املاء کرانے کے بعد اس مجموعہ کا نام "کتاب الآثار" رکھا۔ امام اعظم کے تلامذہ چونکہ کثیر التعداد تھے اس لئے کتاب الآثار کے نسخے بھی بہت زیادہ ہو گئے۔ لیکن مشہور نسخے چار ہیں۔ (۱) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف (۲) کتاب الآثار بروایت امام محمد (۳) کتاب الآثار بروایت امام زفر (۴) کتاب الآثار بروایت حسن بن زیاد۔ لیکن ان تمام نسخوں میں سے زیادہ مقبولیت اور شہرت امام محمد کے نسخہ کو حاصل ہوئی ہے۔

تاریخ کے معتمد اساتذہ، محققین اہل نظر اور علماء ربانیین امام اعظم کی تصنیف حدیث کو سب ہی مانتے ہیں لیکن شبلی صاحب امام اعظم کی تصنیف کا صاف انکار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

"جو لوگ امام صاحب کے سلسلہ کمالات میں تصنیف و تالیف کے وجود کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہی مفصلہ بالا کتابوں (جن میں کتاب الآثار بھی ہے) کو شہادت میں پیش کرتے ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے" (۲۵)

عقائد، حدیث اور فقہ۔ ان تمام موضوعات پر امام اعظم کی تصانیف موجود ہیں۔ سر دست ان تمام موضوعات سے بحث ہمارے عنوان سے خارج ہے اس لئے ہم صرف حدیث کے موضوع پر امام اعظم کی شہرہ آفاق تصنیف "کتاب الآثار" کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔

شبلی صاحب نے اس بارے میں اتنا کہہ دیا ہے کہ اس کا انتساب امام اعظم کی طرف کرنا مشکل ہے لیکن اس انکار یا اشکال پر نہ تو انہوں نے کوئی تاریخی شہادت پیش کی ہے اور نہ ہی کوئی عقلی دلیل پیش کی ہے۔ لہذا ہمارے لئے صرف یہی چارہ کار رہ گیا ہے کہ ہم "کتاب الآثار" کے ثبوت پر تاریخی شہادتیں جمع کر دیں۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں :

"روی الآثار عن نبل ثقات غزار العلم مشيخة حنفيه" (۲۷)

(امام اعظم نے "الآثار" کو ثقہ اور معزز لوگوں سے روایت کیا ہے جو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے)

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"والموجودمن حدیث ابی حنیفۃ مفرداانماھوکتاب الآثار التی رواہ محمدبن الحسن"(۲۷)
(اور اس وقت امام اعظم کی احادیث میں سے "کتاب الآثار" موجود ہے جسے محمد بن حسن نے روایت کیا ہے)
اور امام عبد القادر حنفی امام یوسف بن قاضی ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

"روی کتاب الآثارعن ابی حنیفۃ وھومجلدضخم"(۲۸)
(امام یوسف نے (اپنے والد ابو یوسف کے واسطے سے) امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے جو کہ ایک ضخیم جلد ہے)

مسانید امام اعظم: کتاب الآثار میں امام اعظم نے اپنے جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا ہے بعد میں لوگوں نے ہر ہر شیخ کی مرویات کو علیحدہ کر کے مسانید کو ترتیب دیا۔ اس طرح امام اعظم کے ہر شیخ کی مرویات الگ الگ کتاب کی صورت میں جمع ہو گئیں اور بعد میں وہ مسند ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ قاضی ابو یوسف، امام محمد، ابو بکر احمد بن محمد، حافظ عمر بن حسن، حافظ ابو نعیم اصبہانی، حافظ ابو الحسن، حافظ ابو محمد عبداللہ اور امام ابو القاسم وغیرہم حضرات نے امام اعظم کی مسانید کو ترتیب دیا ہے۔

امام عبد الوھاب شعرانی مسانید امام اعظم کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں :

"وقدمن اللہ علی بمطالعۃمسانیدالامام ابی حنیفۃالثلاثۃفرائیتہ لایروی حدیثا الاعن اخیارالتابعین العدول الثقات الذین ھم من خیرالقرون بشھادۃرسول اللہ ﷺ کالاسوادوعلقمۃوعطاء وعکرمۃ ومجاھدومکحول والحسن البصری واضرابھم رضی اللہ عنھم اجمعین فکل الرواۃالذین ھم بینہ وبین رسول اللہ ﷺ عدول ثقات علام اخیارلیس فیھم کذاب ولامتھم بکذب"(۲۹)
(اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ میں نے امام اعظمؒ کی مسانید ثلاثہ کا مطالعہ کیا۔ پس میں نے دیکھا کہ امام اعظمؒ ثقہ اور صادق تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جن کے حق میں حضور علیہ السلام نے خیر القرون ہونے کی شہادت دی جیسے اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، اور حسن بصری وغیرھم۔ پس امام اعظم اور حضور علیہ السلام کے درمیان تمام راوی عدول، ثقہ اور مشہور اخیار میں سے ہیں جن کی طرف کذب کی نسبت نہیں کی جا سکتی اور نہ وہ کذاب ہیں)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول حدیث میں امام اعظم کی شرائط: روایت حدیث میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہت زیادہ محتاط تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات سے بہت کم حدیثیں روایت کی گئی ہیں اور قبول حدیث کے معاملہ میں بھی یہ حضرات بہت سخت تھے جب تک کسی حدیث پر اچھی طرح اطمینان نہ ہو جاتا اس وقت تک یہ لوگ کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے تھے۔ امام اعظم بھی اسی مکتب فکر سے متاثر اور اسی کے پیرو کار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دوسرے محدثین کی طرح بے تحاشا روایت نہیں کی۔

امام اعظم نے احادیث کو قبول کرنے کے لئے بڑی کڑی شرطیں عائد کی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں جو اصول اور قواعد مقرر فرمائے ہیں، وہ آپ کی دوررس نگاہ اور تفقہ پر مبنی ہیں۔ یہ شروط اور قواعد منضبط نہیں ہیں علمائے احناف نے ان میں سے اکثرت کو آپ کے بیان کردہ مسائل سے مستنبط کیا ہے۔ ہمیں مختلف کتابوں کے تتبع سے جس قدر قواعد حاصل ہو سکے انہیں پیش کر رہے ہیں:

١۔ امام اعظم ضبط کتاب کی بجائے ضبط صدر کے قائل تھے اور صرف اسی راوی سے حدیث لیتے تھے جو اس روایت کا حافظ ہو۔

٢۔ صحابہ اور فقہاء تابعین کے علاوہ اور کسی شخص کی روایت بالمعنیٰ کو قبول نہیں کرتے تھے۔

٣۔ امام اعظم اس بات کو ضروری قرار دیتے تھے کہ صحابہ کرام سے روایت کرنے والے ایک یا دو شخص نہ ہوں بلکہ اتقیاء کی ایک جماعت نے صحابہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہو۔

٤۔ معمولات زندگی سے متعلق عام احکام میں امام ابو حنیفہ یہ ضروری قرار دیتے تھے کہ ان احکام کو ایک سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہو۔

٥۔ جو حدیث عقل قطعی کے مخالف ہو (یعنی اس سے اسلام کے کسی مسلم اصول کی مخالفت لازم آتی ہو) وہ امام اعظم کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔

٦۔ جو حدیث خبر واحد ہو اور وہ قرآن کریم پر زیادتی یا اس کے عموم کو خاص کرتی ہو، امام صاحب کے نزدیک وہ بھی مقبول نہیں ہے۔

٧۔ جو خبر واحد صریح قرآن کے مخالف ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔

٨۔ جو خبر واحد سنت مشہورہ کے خلاف ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔

٩۔ اگر راوی کا اپنا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت مقبول نہیں ہو گی، کیونکہ یہ مخالفت یا تو راوی میں طعن کا موجب ہو گی یا نسخ کے سبب سے ہو گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰۔ جب ایک مسئلہ میں مبیح اور محرم دو روایتیں ہوں تو امام اعظم محرم کے مقابلہ میں مبیح کو قبول نہیں کرتے۔

۱۱۔ ایک ہی واقعہ کے بارے میں اگر ایک راوی کسی امر زائد کی نفی کرے اور دوسرا اثبات تو اگر نفی دلیل پر مبنی نہ ہو تو نفی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ نفی کرنے والا واقعہ کو اصل حال پر محمول کر کے اپنے قیاس سے نفی کر رہا ہے اور اثبات کرنے والا اپنے مشاہدہ سے امر زائد کی خبر دے رہا ہے۔

۱۲۔ اگر ایک حدیث میں کوئی حکم عام ہو اور دوسری حدیث میں چند خاص چیزوں پر اس کے بر خلاف حکم ہو تو امام اعظم حکم عام کے مقابلہ میں خاص کو قبول نہیں کرتے۔

۱۳۔ حضور علیہ السلام کے صریح قول یا فعل کے خلاف اگر کسی ایک صحابی کا قول یا فعل ہو تو وہ مقبول نہیں ہے۔ صحابی کے خلاف کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسے یہ حدیث نہیں پہنچی۔

۱۴۔ خبر واحد سے حضور علیہ السلام کا کوئی قول یا فعل ثابت ہو اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس سے اختلاف کیا ہو تو آثار صحابہ پر عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں یا تو وہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یا وہ منسوخ ہو چکی ورنہ حضور علیہ السلام کے صحیح اور صریح فرمان کے ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی جماعت اس کی کبھی مخالفت نہ کرتی۔

۱۵۔ ایک واقعہ کے مشاہدہ کے بارے میں متعارض روایات ہوں تو اس شخص کی روایات کو قبول کیا جائے گا جو ان میں زیادہ قریب سے مشاہدہ کرنے والا ہو۔

۱۶۔ اگر دو متعارض حدیثیں ایسی سندوں کے ساتھ مروی ہوں کہ ایک میں قلت وسائط سے ترجیح ہو اور دوسری میں کثرت تفقہ تو کثرت تفقہ کو قلت وسائط پر ترجیح دی جائے گی۔

۱۷۔ کوئی حد یا کفارے کے بیان میں وارد ہو اور وہ صرف ایک صحابی سے مروی ہو تو قبول نہیں ہو گی کیونکہ حدود اور کفارات شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

۱۸۔ جس حدیث میں بعض اسلاف پر طعن کیا گیا ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔

امام اعظم کے بیان کئے ہوئے بے شمار مسائل میں سے یہ چند اصول و قواعد کا استخراج ہے ورنہ روایات کے قبول ورد میں امام اعظم کی تمام شروط کا احصاء کرنا بے حد مشکل ہے۔ بہر حال ان قواعد سے امام اعظم کی جس عمیق نظر' اصابت فکر اور گہری احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اہل فہم پر مخفی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے محدثین میں سے اکثر نے امام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعظم کی شروط کی روشنی میں روایات کو پرکھا ہے۔ اور اگر تعصب کو چھوڑ کر تمام محدثین امام اعظم کی قائم کردہ شروط پر تفق ہو جائے تو آج ہمارا ذخیرہ احادیث مطعون اور موضوع روایات سے اصلاً بے غبار ہوتا۔

مخالفت حدیث کا الزام اور اس کی حقیقت: بعض انتہا پسند حضرات امام اعظم پر بالکلیہ احادیث کی مخالفت کا الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ حدیث کے علی الرغم اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرتے تھے۔ ایسے ہی لوگ امام اعظم کو امام اہل الرای کہتے ہیں۔ یہ بات تو ہم انشاء اللہ کسی اور موقع پر بتائیں گے کہ اپنی رائے اور قیاس کے مقابلہ میں حدیث کو کون ترک کرتا ہے۔ سردست یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امام اعظم حدیث ضعیف کے مقابلے میں بھی صریح قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ اعلام الموقعین میں ابن قیم 'ابن حزم' ظاہری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ تمام احناف اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور الخیرات الحسان میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے امام اعظم مراسیل کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں۔

عام مخالفین یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم نے بعض حدیثوں کی مخالفت کی ہے اور صریح حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کیا ہے۔ ایسی تمام احادیث پر گفتگو تو اس مختصر مقالہ میں بے حد مشکل ہے۔ ہم چند ان احادیث کو بحث میں لا رہے ہیں جن پر مخالفین زیادہ زور دیتے ہیں۔

حدیث بیع مصراۃ: عرب میں رواج تھا کہ اونٹنیوں کا دودھ کئی دن تک نہ دوہا کرتے تاکہ اس کے تھنوں میں دودھ جمع ہوتا رہے اور بوقت ضرورت زیادہ دودھ نکل سکے۔ ایسے جانور کو وہ لوگ ''مصراۃ'' کہتے تھے۔ خریدار زیادہ دودھ دیکھ کر اس جانور کو بڑی سے بڑی قیمت پر خرید کر لے جاتا لیکن بعد میں اس سے اتنا دودھ حاصل نہ ہوتا۔ حضور ﷺ نے اس بیع سے منع فرمادیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''بکریوں اور اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو، جس شخص نے ایسی بکری یا اونٹنی کو خریدا تو وہ دودھ دوہنے کے بعد مختار ہے یا اسے اسی قیمت پر رکھ لے یا اس کو واپس کر دے اور استعمال شدہ دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں بھی دے'' (۳۰)

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں خریدار اس جانور کو واپس نہیں کر سکتا البتہ دودھ کے سلسلے میں اس سے جو دھوکہ کیا گیا ہے اس وجہ سے اس جانور کی قیمت بازار کے نرخ کے مطابق کم کی جائے گی اور باقی رقم وہ فروخت کنندہ سے واپس لے گا۔

امام اعظم کے اس حدیث پر عمل نہ کرنے کے متعدد وجوہ ہیں۔ اولین وجہ یہ ہے کہ یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث خبر واحد ہے اور صریح قرآن کے مخالف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :
"فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم" جس کا مفاد یہ ہے کہ کسی شئی کے بدلہ میں تجاوز کرنا ناجائز ہے اور صورت مذکورہ میں اگر ایک صاع کھجوریں مستعمل دودھ سے زیادہ ہوں تو فروخت کنندہ کی طرف سے تجاوز ہے اور اگر کم ہوں تو خریدار کی طرف سے۔ ثانیاً: یہ حدیث سنت مشہورہ کے خلاف ہے۔ ترمذی میں ہے "الخراج بالضمان" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تاوان بقدر ذمہ لیا جائے گا۔ اور اس شکل میں جو تاوان لیا جا رہا ہے وہ بقدر ذمہ نہیں بلکہ اصل ذمہ سے کم یا زیادہ ہے۔ ثالثاً: ابن التین نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ بعض روایات میں ایک صاع کھجوروں کا ذکر ہے۔ بعض میں صاع طعام کا۔ بعض میں دودھ کی مثل دودھ کا اور بعض میں دودھ کے بدلے میں دگنے دودھ کا ذکر ہے۔ رابعاً: عیسیٰ بن ابان نے کہا ہے کہ دودھ کے بدلے میں کھجوریں بمنزلہ بدل قرض ہیں۔ ابتداء اسلام میں بدل قرض میں زیادتی جائز تھی۔ بعد میں جب قرآن نے اباحت سود کو منسوخ کر دیا تو اس حدیث کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

بر حال بیع مصراۃ کے سلسلہ میں امام اعظم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ قرآن کریم اور احادیث مشہورہ کے مطابق ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت یا منسوخ ہے اور یا مضطرب اور معلول ہونے کی وجہ سے متروک ہے۔

تازہ کھجوروں کی بیع چھوہاروں کے عوض: امام اعظم تازہ کھجوروں اور چھوہاروں کو ایک دوسرے کے عوض فروخت کرنا جائز قرار دیتے تھے۔ لیکن حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اہل بغداد امام اعظم سے اس حدیث کی مخالفت کے سبب شاکی رہتے تھے۔ جب آپ بغداد گئے تو ان لوگوں نے اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا بتاؤ تازہ کھجوریں چھوہاروں کی جنس سے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ چھوہاروں کی جنس سے ہیں تو حضور ﷺ کی حدیث مشہور "التمر بالتمر" (چھوہاروں کی بیع چھوہاروں کے عوض جائز ہے) کے تحت اسے جائز ہونا چاہیے اور اگر وہ چھوہاروں کی جنس سے نہیں ہیں تو حضور ﷺ کے فرمان "اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم (جب جنس بدل جائے تو جس طرح چاہو فروخت کرو) کے تحت اس بیع کو جائز ہونا چاہیے۔ اہل بغداد نے عاجز آ کر وہ حدیث پیش کی جس میں تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ امام اعظم نے فرمایا یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث زید بن عیاش پر موقوف ہے اور اس کی روایت نامقبول ہے (۳۱)

چار سے زیادہ ازواج کا مسئلہ: اگر کسی کی چار سے زیادہ بیویاں ہوں تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا پہلی چار بیویوں سے نکاح صحیح ہے اور ان کے بعد جن عورتوں سے نکاح کیا ہے وہ باطل ہے۔ لیکن امام ترمذی کی روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں اور وہ سب ان کے ساتھ مسلمان ہو گئیں تو حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ ان میں سے جن چار کو چاہو اختیار کر لو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کا مسلک حدیث کے خلاف ہے۔

امام صاحب کی اس حدیث کو قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع" پس از روئے قرآن پہلی چار عورتوں سے نکاح جائز ہوا اور بعد کی عورتوں سے ناجائز۔ لہذا کوئی شخص پانچویں یا چھٹے درجہ کی بیوی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ اور حدیث شریف اس آیت کے نزول سے پہلے کے زمانہ پر محمول ہے اور یا یہ اس شخص کی خصوصیت تھی اور یا پھر حضور ﷺ نے اپنے عمومی اختیار سے غیلان بن سلمہ ثقفی کو اس عام حکم سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔

امام اعظمؒ پر جن احادیث کی مخالفت کا حکم لگایا جاتا ہے ان سب کی یہی حقیقت ہے کیونکہ جن احادیث پر امام اعظمؒ عمل نہیں کرتے وہ یا تو کسی فنی عیب کی بناء پر نامقبول ہوتی ہیں یا منسوخ ہوتی ہیں اور یا حضور ﷺ کی خصوصیت پر مبنی ہوتی ہیں۔

روایات میں تطبیق: فن حدیث میں امام اعظم کے کمالات میں سے ایک عظیم کمال یہ ہے کہ آپ مختلف اور متعارض روایات میں بکثرت تطبیق دیتے تھے اور مختلف اور متناقض روایتوں کا محل اس طرح الگ الگ بیان کر دیتے تھے کہ منشاء رسالت نکھر کر سامنے آجاتا تھا۔ حضور ﷺ پر سب سے پہلے کون ایمان لایا تھا۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت علیؓ میں سے ہر ایک کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والا ان میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان متعارض حدیثوں کو جمع کیا اور فرمایا مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکرؓ تھے عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ تھے۔ (۳۲)

سفر میں روزہ کے بارے میں بھی احادیث مختلف ہیں۔ بعض میں مسافر کے لئے روزہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو نیکی قرار دیا ہے اور بعض میں نیکی کے منافی اور بعض میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دیا ہے۔ امام اعظمؒ نے ان تمام روایات میں تطبیق دی ہے اور فرمایا اگر سفر آرام دہ ہو تو روزہ رکھنا یقیناً بہتر ہے۔ اور اگر سفر میں مشقت ہو تو روزہ نہ رکھنا بہتر ہے اور اگر سفر معتدل ہو تو مسافر کو اختیار ہے روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

کتے کے جھوٹے برتن میں بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مختلف روایتیں آئی ہیں۔ بعض میں حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے اور بعض میں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تین بار دھونے کا حکم فرمایا ہے۔ امام اعظم دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تین بار دھونے کا حکم وجوب پر اور سات بار کا حکم استحباب پر محمول ہے۔

روایات میں فرق مراتب: امام اعظم وہ واحد اور منفرد شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں فرق مراتب کو ملحوظ رکھا۔ چنانچہ قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور باہم روایات میں بھی متواتر، مشہور اور فرد کے فرق کو قائم رکھتے ہیں۔ پس تعارض کے وقت پہلے متواتر پھر مشہور اور پھر اس کے بعد فرد کو درجہ دیتے ہیں۔ اور حدیث فرد اگرچہ ضعیف بھی ہو پھر بھی اس کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب

بعض اہل ہوا یہ کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ یہ اعتراض ہی دراصل ایک غلط مفروضے پر مبنی ہے۔ یہ بات کہ امام ابو حنیفہؒ نے استنباط مسائل میں صرف سترہ یا اٹھارہ حدیثوں پر اعتماد کیا ہے 'ایک مفروضے سے زیادہ کچھ نہیں۔

۱۔ امام ابو حنیفہؒ نے اگرچہ دیگر محدثین کی طرح حدیث نبوی ﷺ کی تدریس کے لئے کوئی حلقہ درس قائم نہیں کیا اور نہ ہی امام مالکؒ کی طرح حدیث کی کوئی کتاب مرتب کی تاہم آپ کے تلامذہ نے آپ کی روایت کردہ احادیث کو کتب و مسانید میں جمع کیا ہے۔ ان کتب و مسانید کی تعداد سترہ کے قریب ہے۔ ان میں سے امام ابو حنیفہؒ کے سب سے بڑے شاگرد امام ابو یوسفؒ کی مرتب کردہ کتاب الآثار تو آج بھی شائع شدہ حالت میں مل جاتی ہے۔ اس اکیلی کتاب میں ایک ہزار سے زیادہ احادیث امام ابو حنیفہؒ کی روایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردہ موجود ہیں۔

۲۔ سوال یہ ہے کہ اگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف سترہ یا اٹھارہ حدیثیں قابل اعتماد تھیں تو پھر یہ ہزاروں کی تعداد میں وہ کونسی احادیث روایت کرتے رہے۔ ان احادیث کو وہ صحیح اور قابل اعتماد سمجھتے ہی تھے تو روایت کرتے تھے۔ علم حدیث میں امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی تعداد جن سے انہوں نے روایات لی ہیں چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو "ثقہ اور حافظ حدیث" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ سب کچھ ثبوت ہے اس بات کا کہ منکرین حدیث نے جس دعوے پر اپنے اعتراض کی بنیاد رکھی ہے' وہ ایک خلافِ واقعہ افسانے اور غلط مفروضے سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

۳۔ منکرین حدیث جو بات کہتے ہیں اس کا کسی معتبر کتاب میں ہمیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ صرف ابن خلدون نے اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ایک تو اس کی کوئی سند نہیں بتائی۔ دوسرے اس کی عبارت مبہم اور مجمل ہے۔ اس عبارت سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی مرویات کی تعداد ہی اتنی ہے۔ حالانکہ ان مسانید کی موجودگی میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کوئی عقل سے عاری ہی ہوگا جو اس بات کو درست جانے گا۔

۴۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ کبائر ائمہ کی قلت روایت کو ان کی علم حدیث سے بے بضاعتی کی دلیل سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شریعت کا مآخذ کتاب و سنت ہی ہے۔ لہذا جو شخص بھی شرعی مسائل کے استنباط و ترتیب کا ارادہ کرے گا اس کے لئے کتاب و سنت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ کی قلتِ روایت کا سبب اس علم سے بے بضاعتی نہ تھی بلکہ درحقیقت روایت و تحمل کے وہ شرائط تھے جن کا معیار آپ نے عام محدثین سے بہت بلند قائم کیا تھا۔ اس لئے آپ کیلئے روایت کا میدان بھی زیادہ وسیع نہیں رہا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے علم حدیث میں ماہر اور مجتہد ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ محدثین کے درمیان آپ کی فقہ ہمیشہ بنظر اعتبار سے دیکھی گئی ہے۔ ایک طرف جہاں امام احمد و امام شافعی کا مسلک نقل کیا گیا ہے اسی کے پہلو بہ پہلو امام ابو حنیفہؒ کا مسلک بھی نقل کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ محدثین کے نزدیک آپ کی فقہ بھی اسی درجہ پر معتبر تھی جیسا کہ دیگر فقہاء و محدثین کی۔ خلاصہ یہ کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ردو قبول کے اعتبار سے اس کا زیر بحث رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی فقہ بھی دیگر محدثین کی فقہ کی صف میں رہنے کے قابل تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر ایک جماعت اسے قبول کرتی رہی تو دوسری جماعت ترک کرتی رہی۔(۳۳)

۵۔ خطیب بغدادی نے پورے سو صفحات پر امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ لکھا ہے۔ پہلے امام صاحب کے مناقب میں صفحہ کے صفحہ رنگ دیئے ہیں۔ اس کے بعد پورے ۵۴ صفحات پر امام ابو حنیفہ کی ذات میں نکتہ چینیاں نقل کی ہیں۔ جو دنیا کے پردہ پر کبھی کسی بدتر سے بدتر کافر پر بھی نہیں کی جاسکتیں۔ ایک متوسط عقل کا انسان ان متناقض بیانات کو پڑھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کوئی انسان بھی ایسے دو متضاد صفحات کا حامل نہیں ہو سکتا۔ یا اس کے مناقب کی یہ تمام داستان فرضی ہے یا پھر عیوب کی یہ طویل فہرست صرف مخترع حکایات اور صریح بہتان ہے۔ مؤرخ ابن خلدون نے خطیب کے اس غلط طرز پر حسب ذیل الفاظ میں تنقید کی ہے۔

"وقدذکرالخطیب فی تاریخه منهاشیئاکثیرا ثم اعقب ذلک بذکر ماکان الالیق ترکه والاضراب عنه فمثل هذاالامام لایشک فی دینه ولا فی ورعه ولافی حفظه ولم یکن یعاب بشئی سوی قلة العربیة"(۳۴)

(یعنی خطیب نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہؒ کے مناقب کا بہت سا حصہ ذکر کیا ہے اس کے بعد ایسی ناگفتنی باتیں لکھی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اور ان سے اعراض کرنا مناسب تھا۔ کیونکہ امام اعظمؒ جیسے شخص کے متعلق نہ دیانت میں شبہ کیا جاسکتا ہے، نہ حفظ ورع میں آپ پر کوئی نکتہ چینی بجز قلت عربیت کے اور نہیں کی گئی)

۶۔ اب رہی یہ بات کہ اگر بکثرت احادیث امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحیح تھیں تو انہوں نے مسائل واحکام فقہی کے استنباط کے لئے صرف سترہ یا اٹھارہ حدیثوں پر کیوں اکتفا کیا۔ تو یہ بات بھی پہلی بات کی طرح قطعاً غلط خلاف واقعہ اور مبنی بر کذب ہے۔ کوئی شخص فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں سے اگر صرف امام طحاوی کی شرح معانی الآثار، ابو بکر جصاص کی احکام القرآن اور امام سرخسی کی المبسوط ہی دیکھ لے تو اسے کبھی یہ غلط فہمی لاحق نہ ہو کہ امام ابو حنیفہ نے حدیث سے بے نیاز ہو کر صرف قیاس اور قرآن پر اپنے مسائل فقہی کے استنباط کی بنیاد رکھی تھی۔

شارح قاموس سید مرتضیٰ زبیدی نے ایک کتاب "الدرر المنیفة فی ادلة ابی حنیفه" لکھی ہے [illegible] لیا جائے تو معاندین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث کا جھوٹ پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سب موافق و مخالف اس پر متفق ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ ایک مجتہد امام تھے۔ مجتہد کی لازمی شرائط میں سے کون نہیں جانتا کہ ایک یہ شرط بھی ہے کہ وہ احادیث احکام پر حاوی ہو اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ ایسی احادیث ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ بعض حنابلہ کا قول بھی اگر لیا جائے تو احادیث احکام کی تعداد کئی سو سے تو متجاوز ہی ہے۔ پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ ایسا شخص مسند اجتہاد پر فائز ہو جاتا اور امتِ مسلمہ اس کو مجتہد تسلیم کر لیتی ہے جو صرف سترہ یا اٹھارہ احادیث کو مدار احکام بنائے ہوئے تھا۔ کیا یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ ایک ایسا شخص جس کا سرمایہ حدیث صرف سترہ یا اٹھارہ روایات ہوں مسلمانوں کے ایک ایسے عظیم امام کا درجہ حاصل کر لے جس کا فقہی مسلک تمام دیگر فقہی مذاہب و مسالک سے وسیع تر شمار کیا جائے اور کائنات ارضی کے لاکھوں مسلمان جس کے حلقہ بداماں ہوں' یہی نہیں بلکہ آنے والے زمانوں میں جس کے اجتہاد و فقہ پر ائمہ دین اعتماد کرتے اور اسے نقل و روایت کرتے چلے آئے ہوں۔

۷۔ امام ابو حنیفہؒ سے جو مسائل مروی ہیں ان کی کم از کم تعداد تراسی ہزار بتائی جاتی ہے۔ بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اس حقیقت کو ذہن میں رکھیے اور ذرا اس بات پر غور کیجیے کہ محدث ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب "مصنف" میں ایک باب باندھا ہے جس میں وہ مسائل گنائے ہیں جن میں امام ابو حنیفہؒ نے بقول ان کے احادیث صحیحہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ ان کی کل تعداد ایک سو چھبیس ہے اگرچہ احادیث صحیحہ کی خلاف ورزی کے اس قول پر علمائے فقہ کو کلام ہے اور انہوں نے تفصیل سے اس کی اصل حقیقت بھی واضح کی ہے۔ تاہم تھوڑی دیر کے لئے اس قول کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ ایک سو چھبیس کے علاوہ باقی تمام مسائل یعنی تقریباً بیاسی ہزار سے زائد مسائل جو امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہیں وہ سب کے سب احادیث صحیحہ کے موافق ہیں قطع نظر اس کے کہ ان کے بارے میں کوئی حدیث صریحاً مروی ہو یا نہ ہو۔

اگر ان سب مسائل کی بنیاد بننے والی احادیث کو تلاش کیا جائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں سینکڑوں بلکہ ہزاروں احادیث کا وجود ثابت ہو جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۔ حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی محدثِ مصر اپنی کتاب عقود الجمان میں فرماتے ہیں :

"امام ابو حنیفہؒ کبار حفاظِ حدیث میں سے اور ان کے سر تاج تھے۔ اگر وہ حافظ حدیث نہ ہوتے تو فقہی مسائل کا استنباط نہ کر سکتے"

۹۔ محدث ذہبی نے طبقات الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ حافظ حدیث ہونے کے باوجود آپ کے قلیل الروایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ استنباط مسائل میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جس طرح امام مالک و امام شافعی سے بھی کم احادیث روایت کی گئی ہیں حالانکہ دونوں عظیم حافظ حدیث تھے۔ اس کی وجہ بھی ان کی فقہی مسائل میں مشغولیت ہے۔

۱۰۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کبار صحابہ میں سے تھے اور ان کو بکثرت احادیث یاد تھیں۔ مگر ان سے دوسرے صحابہ کی نسبت کم احادیث منقول ہیں۔ اس کی وجہ ان کی سیاسی و انتظامی مصروفیات ہیں۔

آگے چل کر حافظ محمد بن یوسف صالحی بکثرت روایات نقل کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نہایت کثیر الحدیث تھے۔ پھر موصوف امام صاحب کی ان سترہ مسانید کا تذکرہ کرتے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ کے جامعین نے ذکر کی ہیں۔ مذکورہ سترہ مسانید کے علاوہ بعض دیگر علماء نے بھی امام ابو حنیفہ کی مسانید مرتب کی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں :

۱۔ مسند ابی حنیفہ از دار قطنی

۲۔ مسند ابی حنیفہ از ابن شاہین

۳۔ مسند ابی حنیفہ از خطیب بغدادی

۴۔ مسند ابی حنیفہ از ابن عقدہ

علامہ بدر الدین عینیؒ اپنی تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں کہ مسند ابی حنیفہ از ابن عقدہ ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ "الطبقات" میں لکھتے ہیں کہ "ابن عقدہ کبار محدثین میں سے اور ثقہ راوی تھے۔ ان کو ضعیف راوی وہی شخص کہتا ہے جو متعصب ہو" (۳۵)

حدیث پر قیاس کو ترجیح کا الزام ؟ : جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیا کرتے تھے تو یہ ایک زعم باطل ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ جناب امام خود اپنے طریق استنباط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"جب کسی مسئلہ کے بارے میں مجھے کتاب اللہ سے کوئی نص مل جاتی ہے تو اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ جب کتاب اللہ کی نص موجود نہ ہو تو حدیث رسول ﷺ اور ان آثار صحیحہ پر عمل پیرا ہوتا ہوں جو ثقات میں عموماً رائج ہیں۔ جب کسی مسئلہ کا حل مجھے کتاب و سنت میں نہیں ملتا تو اصحاب رسول ﷺ کے اقوال سے استشہاد کرتا ہوں۔ جس صحابی کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں ترک کر دیتا ہوں۔ مگر صحابہ کے مجموعی اقوال سے باہر نہیں جاتا۔ جب نوبت ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، ابن سیرین، اور سعید بن مسیّب جیسے تابعین تک آتی ہے تو میں اجتہاد کرتا ہوں۔ جیسے انہوں نے اجتہاد کیا تھا" (۳۶)

مندرجہ صدر قول سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث کی عدم موجودگی کی صورت میں امام ابو حنیفہؒ اقوال صحابہ سے اخذ و احتجاج کرتے۔ اور ان کو اپنے قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ پھر آپ کی جانب اس بات کو کیسے منسوب کر سکتے ہیں کہ آپ حدیث کے مقابلے میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ تمسک بالسنۃ کے معاملہ میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ثقہ راویوں کی مرسل روایات کے ساتھ بھی احتجاج کیا کرتے تھے۔ جو علماء کے درمیان مشہور تھیں۔

احادیث آحاد کی قبولیت کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ نے جو کڑی شرطیں عائد کر رکھی تھیں۔ اس کی وجہ خدا کے دین میں حزم و احتیاط سے کام لینا تھا۔ آپ کے عہد میں وضع حدیث کا عام چرچا تھا۔ زنادقہ اور ارباب بدعت وضع حدیث کے دھندے میں لگے رہتے تھے۔ بنابریں آپ نے حدیث صحیح کے سلسلہ میں کڑی شرطیں عائد کیں۔ اسی لئے علماء عموماً یہ بات کہتے ہیں کہ :

"امام ابو حنیفہؒ کسی عناد کی بنا پر احادیث کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ قوی دلائل و براہین کے پیش نظر بناء بر اجتہاد آپ نے یہ موقف اختیار کیا تھا۔ اس لئے اگر آپ کا یہ اجتہاد غلط ہے تو ان کو ایک اجر ملے گا اور اگر درست ہے تو دو اجر۔ آپ کو ہدف نقد و جرح بنانے والے یا تو حاسد ہیں اور یا اجتہاد کی حقیقت سے بے گانہ اشخاص"

ائمہ مجتہدین میں سے کوئی امام بھی ایسا نہیں جس نے متعدد احادیث کو بوجوہ رد نہ کر دیا ہو۔ یا تو اس لئے کہ وہ احادیث ان کے نزدیک شرائط صحت کی جامع نہیں یا منسوخ ہونے کی وجہ سے یا اس لئے کہ ان کی معارض دوسری حدیث موجود ہے۔"

امام مالکؒ ہی کو دیکھیے باوجودیکہ آپ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ تاہم آپ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ستر (۷۰) احادیث کی مخالفت کر کے اپنی رائے پر عمل کیا۔ اس لئے کہ وہ احادیث ان کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ (۷۳)

واقعہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کی زندگی میں اس کے متعلق مختلف خیالات قائم ہو سکتے ہیں اور فیصلہ کی راہ آسانی سے نہیں نکل سکتی، بہت سی زبانیں اس کی موافقت اور بہت سی اس کی مخالفت میں بولتی ہیں تو اس کی وفات کے بعد جبکہ اس کی شخصیت بھی سامنے نہیں رہتی، فیصلہ کرنا کتنا مشکل ہو گا۔

اسماء الرجال کے فن میں تاریخ کی اس تاریکی کو دور کرنے کی سعی کی گئی ہے اور ایک معتدل مزاج انسان کے لیے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا مشکل بھی نہیں رہا۔ لیکن تاریخ کی تاریکی جو اوراق میں درج ہو چکی ہے اس سے ہر خیال کا انسان اگر مزاجی اعتدال نہیں رکھتا تو اپنے خیال کے موافق فائدہ اٹھانا اپنا فرض سمجھتا ہے اور اس لیے اسماء الرجال کی پیدا کردہ روشنی تاریخ کی پھیلائی ہوئی تاریکی کے دور کرنے میں بسا اوقات ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ امام ابو حنیفہؒ پر جرح کرنے والوں کی صف پر نظر ڈالیں گے تو ان میں زیادہ تر آپ کو وہی افراد نظر آئیں گے جو آپ کے عہد حیات کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یا نرے محدث ہیں، فقاہت سے زیادہ بہرہ ور نہیں۔ صرف سنی ہوئی خبریں ان تک پہنچیں اور وقتی ماحول کی وجہ سے یاد کر لی گئیں۔

یوں تو امام صاحبؒ کے تلامذہ کا دائرہ بھی کچھ مختصر نہ تھا۔ ایک ابو المحاسن شافعی کی تحریر کی بناء پر ان کی جو تعداد نام و نسب کی قید کے ساتھ ثابت ہوتی ہے وہ نو سو آٹھ تک پہنچی ہے۔ لیکن ان میں اکثر شاگرد بسلسلہ فقہ تھے۔ کاش آپ کے درسِ حدیث کا حلقہ بھی اسی پیمانہ پر قائم ہو جاتا تو شاید امام ابو حنیفہ کی تاریخ کا نقشہ آج کچھ دوسرا نظر آتا۔ چنانچہ جس حنفی نے بھی اس شغل کو قائم رکھا ہے اس کے ساتھ تاریخ زیادہ بے دردی کا سلوک نہیں کر سکی۔

ذیل کے ایک ہی واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ افواہ کیا ہوتی ہے اور جب حقیقت سامنے آجاتی ہے تو پھر اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے

"عبد اللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں شام میں امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: اے خراسانی! کوفہ میں یہ کون بدعتی شخص پیدا ہوا ہے جس کی کنیت ابو حنیفہ ہے؟ یہ سن کر میں گھر واپس آیا اور تین دن لگا کر امام ابو حنیفہؒ کے عمدہ عمدہ مسائل انتخاب کیے۔ تیسرے دن اپنے ہاتھ میں کتاب لے کر آیا۔ یہ اپنی مسجد کے امام و مؤذن تھے۔ انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دریافت کیا یہ کیا کتاب ہے ؟۔میں نے ان کے حوالہ کر دی۔اس میں وہ مسئلے بھی ان کی نظر سے گزرے جس کے شروع میں میں نے یہ لکھ دیا تھا"اور نعمان اس کے متعلق یہ فرماتے ہیں"اذان دے کر جب کھڑے کھڑے وہ کتاب کا ابتدائی حصہ دیکھ چکے تو کتاب اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لی اور اقامت کہہ کر نماز پڑھی' پھر نکالی اور پڑھنا شروع کی۔ یہاں تک ختم کر دی' پھر مجھ سے پوچھا اے خراسانی یہ نعمان کون شخص ہیں ؟ میں نے عرض کیا ایک شیخ ہیں۔ان سے عراق میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ فرمایا یہ تو بڑے پائے کے شیخ ہیں' جاؤ ان سے اور علم سیکھو۔اب میں نے کہا جی یہ تو وہی ابو حنیفہ ہیں جن کے پاس جانے سے بھی آپ نے منع کیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق انہوں نے سن کیا رکھا تھا اور جب حقیقت سامنے آئی تو بات کیا نکلی۔اس لیے خارجی شہادات اور واقعات سے آنکھیں بند کر کے صرف کالے کالے حروف سے تاریخ مرتب کرنا کوئی صحیح عمل نہیں ہے۔اس کے علاوہ انسان میں حسد و تنافس کا بھی ایک کمزور پہلو موجود ہے۔اس کی بدولت بہت سے تاریخی حقائق پوشیدہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ سوئے اتفاق سے یہاں یہ سب باتیں جمع ہو گئی ہیں۔

عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں : میں نے حسن بن عمارؒ کو امام ابو حنیفہؒ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے دیکھا۔وہ امام صاحبؒ کی توصیف کرتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ لوگ آپ کے متعلق صرف ازراہ حسد چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔

حافظ ابن ابی داؤد کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے والے دو ہی قسم کے لوگ ہیں یا حاسد یا ان کی شان سے ناواقف۔میرے نزدیک ان دونوں میں ناواقف شخص پھر غنیمت ہے۔

وکیع کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا دیکھا تو سر جھکائے کچھ فکر مند سے بیٹھے ہیں۔ مجھ سے پوچھا کدھر سے آرہے ہو۔میں نے کہا قاضی شریک کے پاس سے'آپ نے سر اٹھا کر یہ اشعار پڑھے۔

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم	اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں تو انہیں ملامت نہیں کروں گا
قبل من الناس اھل الفضل قد حسدوا	کیونکہ اہل فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے رہے ہیں
فدام لی ولھم مابی وما بھم	میرا اور ان کا ہمیشہ یہی شیوہ رہے گا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسات اکثرنا غیظا بما یحسد اور ہم میں اکثر لوگ حسد کر کے مر گئے ہیں

وکیع کہتے ہیں شاید امام ابو حنیفہ کو ان کی طرف سے کوئی بات پہنچی ہو گی اس لیے انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

جعفر بن الحسن، ابو عمر کے شیخ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو خواب میں دیکھا تو ان سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ فرمایا: بخش دیا۔ میں نے کہا علم و فضل کے طفیل میں، کہا بھائی فتوی تو مفتی کے لیے بڑی ذمہ داری کی چیز ہے۔ میں نے کہا پھر؟ فرمایا: لوگوں کی ان ناحق نکتہ چینیوں کے طفیل میں جو لوگ مجھ پر کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ مجھ میں نہ تھیں (۳۸)

ابو عمرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث نے امام ابو حنیفہؒ کے حق میں بڑی زیادتی کی ہے اور حد سے بہت تجاوز کیا ہے۔ آپ پر جو زیادہ سے زیادہ نکتہ چینی کی گئی ہے وہ صرف ان دو باتوں پر ہے ایک آثار کے مقابلہ میں قیاس کا اعتبار کرنا، دوسری ارجاء کی نسبت۔ حالانکہ جس جگہ امام صاحبؒ نے کسی اثر کو ترک کیا ہے کسی نہ کسی موزوں تاویل سے کیا ہے اس کی نوبت بھی ان کو اس لئے آئی ہے کہ انہوں نے مسائل میں بیشتر اپنے اہل بلد کا اعتبار کیا ہے۔ جیسے ابراہیم نخعی اور ابن مسعودؓ کے تلامذہ اس سلسلہ میں مسائل کی صورتیں فرض کرتے پھر اپنی رائے سے ان کے جوابات دیتے، اس پر ان کو مستحسن سمجھنے میں آپؒ نے اور آپ کے تلامذہ نے بھی افراط سے کام لیا ہے۔ ان وجوہ سے سلف میں ان سے مخالفت پیدا ہو گئی۔ ورنہ میرے نزدیک اہل علم میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جسے کسی حدیث کے اختیار کرنے کے بعد کسی نہ کسی حدیث کا ترک یا تاویل یا دعوی نسخ کرنا لازم نہ آیا ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ دوسروں کو ایسا موقعہ کم بیش آیا ہے اور امام صاحب کو زیادہ۔ اس پر ان کے حسد اور بہتان کی مصیبت مزید بر آں ہے۔

لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے ستر مسئلے مجھے ایسے معلوم ہیں جو سنت کے خلاف ہیں۔ جو انہوں نے صرف اپنی رائے سے نکالے ہیں۔ اس بارے میں ان سے خط و کتابت بھی کر چکا ہوں۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ علماء امت میں یہ حق تو کسی کو حاصل نہیں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث صحت کو پہنچ جائے تو وہ اس کی سند میں طعن یا اسی درجہ کی حدیث سے دعوی نسخ یا اس کے مقابلے میں امت کا اجماع پیش کیے بغیر اس کو ترک کر دے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی عدالت ہی ساقط ہو جاتی ہے' چہ جائیکہ اس کو دین کا امام مانا جائے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرنے والوں اور آپ کو ثقہ کہنے والوں کی تعداد ان سے زیادہ ہے جنھوں نے نکتہ چینی کی ہے۔ پھر جنھوں نے نکتہ چینی کی بھی ہے تو وہ صرف ان ہی دو باتوں پر کی ہے جو ابھی مذکور ہوئیں۔ پھر تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں یہ مشہور تھا کہ بزرگی و برتری کا یہ بھی ایک معیار ہے کہ اس کے متعلق لوگ افراط و تفریط کی دوراہوں پر نکل جائیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ ۔ یہاں بھی ایک جماعت افراط و تفریط میں مبتلا نظر آتی ہے۔ (۳۹)

آخر میں حافظ ابو عمر بطور (۴۰) قاعدہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص کی عدالت صحت کے درجہ کو پہنچ چکی ہو۔ علم کے ساتھ اس کا مشغلہ ثابت ہو چکا ہو' کبائر سے وہ احتراز کرتا ہو' مروت اور ہمدردی اس کا شعار ہو' اس کی بھلائیاں زیادہ ہوں اور برائیاں کم تو ایسے شخص کے بارے میں بے سروپا الزامات ہرگز قابل قبول نہیں ہوں گے۔ (۴۱)

سچ تو یہ ہے کہ مخلوق نے جب اپنی زبان خالق سے بند نہیں کی تو اب ماو شما سے اس کی توقع فضول ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار دعا کی: اے پروردگار بنی اسرائیل کی زبان سے میرا پیچھا چھڑا دے۔ وحی آئی جب میں نے مخلوق کی زبان اپنے نفس سے بند نہیں کی تو تم سے کیسے بند کر دوں۔ (۴۲)

مندرجہ بالا حقائق اس امر کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث نبوی ﷺ میں کم سوانہ تھے۔ اور منکرین حدیث کی نہ یہ بات صحیح ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے مسائل فقہی کے استنباط کے لیے صرف سترہ یا اٹھارہ حدیثوں پر اعتماد کیا ہے۔ اور نہ ہی ان کی یہ بات درست ہے کہ امام صاحبؒ حدیث سے بے نیاز ہو کر محض قیاس اور قرآن پر اپنے مسائل کا مدار رکھتے تھے۔ اس طرح امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں ان کا سارا اعتراض ہی بے بنیاد ہے۔

امام ابو حنیفہؒ حافظ حدیث تھے اور اس فن میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپ پر یہ الزامات وہی شخص عائد کرتا ہے جو یا تو جاہل ہو یا حاسد۔

لہٰذا ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں جو یہ بات لکھی ہے کہ "تشدد فی الروایۃ" کی بناء پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف سترہ (۱۷) احادیث صحیح ہیں۔ اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ اس طرح خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی کوئی اصل واساس نہیں ہے۔ عصر حاضر کے ایک عالم شیخ محمد زاہد کوثری نے خطیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے عائد کردہ الزامات کا جواب دیا ہے۔ ان کی کتاب کا نام "تانیب الخطیب علی ماساقه فی ترجمة ابی حنیفه من الاکاذیب" ہے۔ یہ بہت عمدہ اور مفید کتاب ہے۔

حرف آخر

الغرض امام اعظم ابو حنیفہؒ نے حدیث کی تمام انواع واقسام پر اجتہادی نوعیت سے کام کیا ہے۔ بصیرت افروز راہنما اصول قائم کئے ہیں اور محض روایتی انداز سے سماع حدیث کرنے والوں کو عقل و آگہی کی روشنی دی ہے۔ ان کے حلقہ درس میں شریک ہو کر نہ جانے کتنے افراد دنیائے علم و فضل میں امر ہو گئے۔ ان کے تلامذہ کی عظمت کا بھی یہ عالم تھا کہ انہوں نے زروں کو اٹھایا تو رشک ماہتاب بنا دیا۔ یہ حنفی سلسلہ کی کڑیاں تھیں جو احادیث رسول ﷺ سے قرناً فقرناً ائمہ اور مشائخ کے سینوں کو منور کرتی چلی گئیں۔ سلام ہو اس امام پر جس نے جھلملاتے چراغوں کو سورج کی توانائیاں بخشیں۔ آفرین ہو اس کی فکر صائب پر جس نے اسلامی علوم کو رعنائیاں دیں۔ آج دینی علوم کے تمام شعبوں میں انہیں کے فیض کے دھارے بہ رہے ہیں۔ جب تک علم کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا جب تک درس گاہوں میں فقہ وحدیث کا چرچا رہے گا' زمانہ ابو حنیفہؒ کو سلام کرتا رہے گا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱۔ ابن حجر، شیخ شہاب الدین المکی، الخیرات الحسان، (مطبوعہ رضوی کتب خانہ، لاہور) ص ۵۳

۲۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر الشافعی "تہذیب التہذیب") مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۵ھ) ج ۵، ص ۱۵۲

۳۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر الشافعی "تہذیب التہذیب") ج ۱، ص ۳۷۸

۴۔ السیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن "تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ" دائرۃ المعارف اسلامیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۳۴ھ) ص ۶ تا ۹

۵۔ شبلی نعمانی، مولانا، سیرۃ النعمان" (مدینہ پبلیشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۱ء، ص ۳۴

۶۔ ملا علی قاری "شرح مسند الامام للقاری" ص ۲۸۵

۷۔ ابن قدامہ ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد الحنبلی "المغنی" (مکتبۃ الریاض الحدیثہ، الریاض ۱۴۰۱ھ) ص : ۸۰

۸۔ العینی، ابو محمد محمود بن احمد "عمدۃ القاری" (دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۹ھ) ج ۱ ص : ۷۹۸

۹۔ سخاوی "فتح المغیث" ص ۲۴۱

۱۰۔ کردری، محمد بن محمد "مناقب ابی حنیفہ" (دائرۃ المعارف اسلامیہ، حیدر آباد دکن، ج : ۱ ص ۱۱

۱۱۔ السیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن "تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ" دائرۃ المعارف اسلامیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۳۴ھ) ص ۶

۱۲۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر الشافعی "تہذیب التہذیب") ج ۲، ص : ۴۷ تا ۴۹

۱۳۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر الشافعی "تہذیب التہذیب") ج ۱ ص : ۳۷۸

۱۴۔ کردری، محمد بن محمد "مناقب ابی حنیفہ" ج : ۱، ص ۶

۱۵۔ شبلی نعمانی، مولانا، سیرۃ النعمان" (مدینہ پبلیشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۱ء، ص ۵۶

۱۶۔ الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان "میزان الاعتدال" (مکتبۃ اثریہ، شیخوپورہ، ۱۳۸۲ھ) ج ۲، ص : ۲۷۸

۱۷۔ مناقب علی القاری بذیل الجواہر، ج ۲، ص ۴۷۴

۱۸۔ ابو المؤید الموفق بن احمد المکی "مناقب الامام الاعظم" دارئرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۱ھ) ج ۱، ص ۹۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۔ علامہ میر یمانی ''توضیح الافکار'' ص ۶۳

۲۰۔ الذہبی 'حافظ شمس الدین'' مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ ''(احیاء المعارف النعمانیہ' حیدر آباد (دکن) ص ۲۷

۲۱۔ البغدادی 'حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب '' تاریخ بغداد'' (مطبعہ السعادۃ مصر' قاہرہ '۱۳۴۹ھ ج ۱۳'ص ۳۴۵

۲۲۔ ابوالموئد الموفق بن احمد المکی ''مناقب الامام الاعظم'' دائرۃ المعارف 'حیدر آباد دکن' ۱۳۲۱ھ) ج ۱'ص ۹۶

۲۳۔ العسقلانی 'احمد بن علی بن حجر الشافعی ''تہذیب التہذیب '') ج ۱'ص ۴۴۹

۲۴۔ ابوالموئد الموفق بن احمد المکی ''مناقب الامام الاعظم'' دائرۃ المعارف 'حیدر آباد دکن' ۱۳۲۱ھ) ج ۱'ص ۲۰۳

۲۵۔ شبلی نعمانی' مولانا' سیرۃ النعمان'' (مطبوعہ دہلی' علی گڑھ) ص ۱۲۲

۲۶۔ ابوالموئد الموفق بن احمد المکی ''مناقب الامام الاعظم'' دائرۃ المعارف 'حیدر آباد دکن' ۱۳۲۱ھ) ج ۲'ص ۱۹۱

۲۷۔ العسقلانی ''تعجیل المنفعہ برجال الائمۃ الاربعہ 'ص ۴

۲۸۔ القرشی 'شیخ عبدالقادر بن ابی الوفاء ''الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ (دائرۃ المعارف النظامیہ 'حیدر آباد دکن) س۔ن) ج ۲'ص ۳۲۵

۲۹۔ الشعرانی 'عبدالوہاب' الامام ''میزان الشریعۃ الکبری'' (مطبوعہ 'مصر) ج ۱'ص ۶۸

۳۰۔ بخاری 'ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل'' صحیح بخاری'' (قدیمی کتب خانہ کراچی '۱۳۸۱ھ) ج ۱'ص ۲۸۸

۳۱۔ ابن الھمام 'محمد بن عبدالواحد'' فتح القدیر'' دار الفکر' بیروت' ج ۵'ص ۲۹۲

۳۲۔ ابن حجر مکی' شہاب الدین'' حواشی الصواعق المحرقہ ''ص ۷۶

۳۳۔ مقدمہ ابن خلدون 'ص ۳۱۲ (لجنۃ البیان العربی قاہرہ '۱۳۸۷ھ

۳۴۔ وفیات الاعیان'' ابن خلکان' ج ۲'ص ۱۶۵ (مکتبۃ النھضۃ ۱۳۶۸ھ

۳۵۔ تانیب الخطیب 'ص ۱۵۶' محمد زاہد کوثری'

۳۶۔ تاریخ التشریع الاسلامی' للخضری۔ وتاریخ بغداد' ج ۱۳' ص ۶۸ و میزان 'شعرانی' ج ۱ص ۶۲

۳۷۔ جامع بیان العلم' ابن عبدالبر' ج ۲'ص ۱۴۸ (ادارہ الطباعۃ المنیریۃ' مصر)

۳۸۔ جامع بیان العلم' ابن عبدالبر' ج ۲'ص ۱۶۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۹۔ جامع بیان العلم، ابن عبد البر، ج ۲، ص ۱۴۸، ۱۴۹

۴۰۔ اس قاعدہ کی پوری تفصیل کے لیے طبقات الشافعیہ میں احمد بن صالح مصری اور حاکم کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ انہوں نے اس کے ہر گوشہ پر تفصیلی بحث کر دی ہے اور اس مجمل ضابطہ میں جن جن قیود و شروط کی ضرورت تھی سب ذکر کر دی ہیں۔

۴۱۔ جامع بیان العلم، ابن عبد البر، ج ۲، ص ۱۶۲

۴۲۔ جامع بیان العلم، ابن عبد البر، ج ۲، ص ۱۶۱

© rasailojaraid.com